اسرائیل کوتسلیم کرنا...... چند حقائق

محمد نوید انور ○

عین اس وقت، جب کہ عالمی استعماری قوتیں مسلمانوں کے خلاف جارحانہ اقدامات میں مصروف ہیں، پاکستان میں اسرائیل کو تسلیم کرنے کی بحث کا آغاز تشویش ناک ہے۔ یہ مسئلہ پاکستان کی سلامتی سے متعلق ہے، یہی وجہ ہے کہ عوامی اور سیاسی سطح پر اس موضوع پر سنجیدہ مکالمے کا آغاز ہو چکا ہے۔ اس بحث کا آغاز قصوری شیلوم ملاقات منظر عام پر آنے سے ہوا۔ اس ضمن میں دو سوالات اہم ہیں: ۱- اسرائیل کو تسلیم کیا جانا کیوں ضروری ہے؟ ۲- اسرائیل کو رد کرنا کیوں ضروری ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ کچھ مغرب زدہ اسکالر اپنے اثر و رسوخ کو استعمال کرتے ہوئے اسرائیل کو تسلیم کروانے کی مہم چلا رہے ہیں۔ اس کے باعث پاکستان کی واضح اور دوٹوک خارجہ پالیسی تحفظات اور شکوک و شبہات کا شکار ہوگئی ہے۔ جو لوگ اسرائیل کو تسلیم کرنے کی بات کر رہے ہیں ان کی طرف سے مندرجہ ذیل دلائل بڑے شدومد کے ساتھ دیے جا رہے ہیں:

۱- اسرائیل ایک حقیقت ہے اس لیے اب اسے تسلیم کر لینا چاہیے۔

۲- اسرائیل کو تسلیم کرنا پاکستان کے لیے معاشی طور پر خوشحالی کا باعث ہوگا۔

۳- امریکا سے پاکستان کے تعلقات میں بہتری آئے گی۔

آیئے! ان دلائل پر غور کرتے ہیں کہ آیا یہ حقائق پر مبنی ہیں یا محض سطحی پروپیگنڈا ہیں۔

○ ڈائرکٹر پوائنٹ آف ویو، لاہور

اسرائیل ایک حقیقت؟

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا محض ان بنیادوں پر کسی ملک کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ اب وہ جغرافیائی طور پر موجود ہے۔ کیا اس کا کوئی تعلق قانون، ضابطۂ اخلاق اور بین الاقوامی تعلقات سے نہیں؟ کیا آپ ایک لٹیرے اور اپنے گھر پر قابض ڈاکو کو چند برسوں بعد صرف اس لیے گھر کا مالک مان لیں گے کہ اب اس قبضے کو کئی سال بیت گئے ہیں؟ پھر کیا یہ ضروری ہے کہ دنیا کا ہر ملک دوسرے تمام ممالک کو تسلیم کرے یا سفارت کاری اور تجارت کا رشتہ استوار کرے۔ آج بھی امریکا سمیت بہت سے ممالک نے بہت سے ممالک کو تا حال تسلیم نہیں کیا۔ اس کے باوجود دنیا کی طرف سے ان پر کوئی دباؤ نہیں ہے۔ دوسری طرف حقائق ثابت کرتے ہیں کہ اسرائیل جغرافیائی، تاریخی، آبادی اور اخلاقی اعتبار سے حقیقت نہیں بلکہ ہر اعتبار سے ایک جھوٹ ہے۔

○ **جغرافیائی اعتبار سے**: یہ اس طرح جھوٹ ہے کہ اسرائیل نے آج تک اپنی سرحدوں کا تعین نہیں کیا۔ اس کی سرحدیں غیر متعین ہیں۔ جس کی وجہ اسرائیل کی مستقبل کی وہ منصوبہ بندی ہے جو اس نے ہمسایہ ممالک پر حملہ کر کے اپنی سرحدوں کو وسیع کرنے کی غرض سے کی ہے، اور جس کا وہ بار ہا اظہار کر چکا ہے۔

اسرائیل کا پہلا وزیر اعظم بن گورین علی الاعلان کہتا ہے:

> ۱۹۱۹ء میں ورسائی امن کانفرنس کے موقع پر اپنی مجوزہ یہودی ریاست کا جو نقشہ پیش کیا گیا تھا: اس کی رو سے اسرائیل کو جن علاقوں پر قبضہ کرنا ہے ان میں دریائے نیل تک کا مصر، پورا اردن، شام کا مکمل علاقہ، پورا لبنان، عراق کا بڑا حصہ، ترکی کا جنوبی حصہ اور مدینہ منورہ تک حجاز کا پورا بالائی علاقہ شامل ہے۔ (D.H.Miller: My Dairy at the Conference of Paris with Documents, Vol v p 17)

بن گورین عین اپنی ناجائز ریاست کے قیام کے دن کہتا ہے:

> ہمارے لیے ضروری نہیں کہ ہم اپنی ریاست کی حدود بیان کریں۔ (بن گورین کی ڈائری، ۱۴ مئی ۱۹۴۷ء)

یہ بیانات کسی اسرائیلی جذباتی شہری کے نہیں بلکہ اسرائیل کے پہلے وزیر اعظم کے ہیں جو

اپنی پالیسی پر اظہارِ خیال کر رہے ہیں اور یہ ثابت کر رہے ہیں کہ اسرائیل کا اپنا وجود بہت سے ممالک کی آزادی کے لیے خطرہ ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بات عالمی امن اور مہذب دنیا' دونوں کے لیے قابلِ قبول نہیں ہے۔

○ **تاریخی اعتبار سے** : اسرائیل اس طرح جھوٹ ہے کہ ۱۶ویں صدی عیسوی تک (جب فلسطین پر مسلمانوں کی حکومت کو کئی سو سال گزر چکے تھے) یہودی کسی دیوارِ گریہ کو نہیں جانتے تھے۔ بھارت میں ممبئی سے اسرائیلی حکومت کا ایک سرکاری بلیٹن 'نیوز فرام اسرائیل' شائع ہوتا ہے۔ اس کی یکم جولائی ۱۹۶۸ء کی اشاعت میں بیان کیا گیا ہے کہ ''دیوارِ گریہ ایک زمانے تک ملبے اور کوڑے کرکٹ کے ڈھیر میں دبی رہی یہاں تک کہ لوگوں کو اس کا نام و نشان تک معلوم نہ رہا۔ ۱۶ویں صدی عیسوی میں سلطان سلیم عثمانی کو اتفاقاً اس کے وجود کا علم ہوا اور انھوں نے اس جگہ کو صاف کر کے یہودیوں کو اس کی زیارت کی اجازت دی''۔

اسرائیل کے تاریخی اعتبار سے غیر حقیقی ہونے کا ایک ثبوت یہ ہے کہ دنیا بھر کے انسائیکلوپیڈیا بالاتفاق اس حقیقت کو آشکارا کرتے ہیں فلسطین پر مسلمانوں نے ۱۲۰۰ سال' جب کہ یہودیوں نے ۶۳۷ سال حکومت کی' اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ فلسطین کے قدیم ترین رہایشی وہ کینانائٹس تھے جو آج سے ساڑھے پانچ ہزار سال پہلے اُس علاقہ جسے آج سعودی عرب کہتے ہیں' ہجرت کر کے فلسطین میں آباد ہوئے۔ ان پر قابض ہو کر یہودیوں نے یہاں حکومت قائم کی' جب کہ کینانائٹس کی اکثریت نے حضرت ابراہیمؑ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاءؑ کی دعوتِ حق پر لبیک کہا۔ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں مسلمانوں کے حسنِ سلوک سے متاثر ہو کر فلسطین کی غیر یہودی آبادی مسلمان ہوگئی۔ گویا تاریخ کی ہر منطق سے اسرائیل ایک حقیقت نہیں بلکہ جھوٹ ہے۔

○ **آبادی کے اعتبار سے** : اسرائیل اس طرح غیر حقیقی ہے کہ جب اقوام متحدہ نے ۱۹۴۸ء میں اسے تسلیم کیا' اس وقت خود اقوام متحدہ کی چند سال قبل کرائی جانے والی مردم شماری کے مطابق یہودی ۱۲ میں سے صرف ایک ضلع میں اکثریت رکھتے تھے' جب کہ انھیں پہلے ۵۷ فی صد فلسطین اور بعد میں مکمل فلسطین کا حکمران بنا دیا گیا۔ فلسطین میں یہودیوں کی آبادی ۱۸۹۰ء میں صرف ۱۲ ہزار تھی' جب کہ ۱۹۴۸ء میں یہ آبادی بیرونی آبادکاروں کے باعث ۶ لاکھ ۳۰ ہزار ہو چکی

تھی۔ یہ تعداد بھی نقل مکانی کے ذریعے مسلسل بڑھائی جارہی ہے۔ اسرائیل جس علاقے پر قابض ہے وہاں اس کی اکثریت نہ آج ہے نہ پہلے کبھی تھی، مگر عالمی طاقتوں نے اس کی بلیک میلنگ میں آکر اسے ناجائز قبضے کی اجازت دے دی۔

پاکستانی معیشت کی بھتری

اس سوال کے جواب کے لیے مصر اور ترکی کے حالات کو سمجھنا ضروری ہے۔ یہ دونوں ممالک سالہا سال سے اسرائیل سے تعلقات استوار کیے ہوئے ہیں مگر ان کی اقتصادی حالت بہتر ہونے کے بجائے مزید ابتری کا شکار ہے۔ ترکی طویل عرصے سے یورپی یونین میں شمولیت کے لیے یورپ کی دہلیز پر پیشانی رگڑ رہا ہے لیکن یہاں پر اس کے اسرائیل سے تعلقات کام نہیں آئے۔ مصر کے عوام معاشی زبوں حالی کا شکار ہو چکے ہیں۔ حسنی مبارک اور اس کی انتظامیہ تو اقتدار کے مزے لوٹ رہے ہیں لیکن مصری عوام اسرائیل کو تسلیم کرنے کی قیمت تا حال ادا کر رہے ہیں۔ کیا ان واضح مثالوں کے بعد بھی پاکستان اپنے معاشی مسائل کے حل کے لیے اسرائیل سے دوستی کرے گا؟

امریکا سے بھتر تعلقات

اسرائیل کو تسلیم کرنے کے فوائد گنوانے والوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس طرح امریکا سے تعلقات میں بہتری ہوگی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا امریکا سے ہمارے تعلقات نئے ہیں؟ امریکا سے پاکستانی حکمرانوں کی دوستی ۵۸ برس پرانی ہے جس میں پاکستان کا جوش و خروش زیادہ نمایاں ہے۔ امریکی مفادات کا تحفظ ہم نے ہمیشہ اپنی بساط سے بڑھ کر کیا ہے۔ امریکا کے کہنے پر ہی ہم نے روس سے دشمنی مول لی، اسی کے کہنے پر افغانستان میں اپنے بھائیوں کو اپنا دشمن بنالیا۔ ہماری ۵۸ سالہ تاریخ گواہ ہے کہ ہم نے امریکا سے دوستی کی بڑی بھاری قیمت ادا کی ہے، جب کہ امریکا کے مطالبات روز بروز بڑھتے جارہے ہیں اور دوستی کے نام پر امریکا اپنی ناپسندیدہ شرائط کا دائرہ وسیع کرتا جارہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ آخر کب تک پاکستان امریکی مطالبات پر سر تسلیم خم کرتا رہے گا؟ امریکا کا موجودہ مطالبہ بذات خود اس بات کی دلیل ہے کہ امریکا کے نزدیک اپنے مفادات کے

علاوہ کوئی چیز قابل قدر نہیں ہے۔ ہمیں اس مرحلے پر کچھ توقف کر کے اپنے اور امریکا کے تعلقات کا ازسرنو جائزہ لینا چاہیے۔ کیا امریکا نے اپنے سابقہ وعدوں کا پاس کیا ہے؟ کیا اب تک ایف ۱۶ طیاروں کی فراہمی کو تعطل میں رکھنا امریکی بے وفائی کا ایک واضح ثبوت نہیں ہے؟ ہمیں ایک آزاد، خودمختار اور نظریاتی مملکت ہونے کے ناطے امریکا سے اس موضوع پر کھل کر اپنے موقف کا اظہار کرنا چاہیے۔ اس کے بہت سے طریقے ہیں جن کو استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ امریکا میں خود کئی لابیاں اس ضمن میں موثر ثابت ہوسکتی ہیں لیکن یہ اس وقت کارگر ہوں گی جب ہم اس حوالے سے منصوبہ بندی کریں۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ پاکستان کے اسرائیل کو تسلیم کر لینے میں امریکا کا کیا مفاد پوشیدہ ہے؟ ہر فرد جانتا ہے کہ امریکا خود یہودی لابی کے ہاتھوں یرغمال بنا ہوا ہے۔ اس لیے اسے وہ سب کام کرنا پڑتے ہیں جو یہودی لابی اس سے کروانا چاہتی ہے۔ لہٰذا اسرائیل پاکستان پر امریکی اثرورسوخ کو بھی استعمال کرنا چاہتا ہے۔ اسرائیل پاکستان سے تعلقات کے ذریعے درج ذیل مقاصد کا حصول چاہتا ہے:

۱- پاکستان اہم اسلامی ملک ہے۔ اس لیے او آئی سی پر اثرات رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ پاکستان کو ہمنوا بنایا جائے۔

۲- پاکستان کے ذریعے سعودی عرب اور ایران سے تعلقات کو بہتر بنایا جا سکتا ہے۔

۳- پاکستان سے تعلقات کا سب سے زیادہ فائدہ یہ ہوگا کہ عالم اسلام کی اسرائیل سے نفرت کم ہونے کا امکان ہے۔

ان تینوں مقاصد کا حصول پاکستان کے ذریعے ہی سے ممکن ہوسکتا ہے کیونکہ پاکستان عالم اسلام کا اہم اور قائدانہ کردار کا حامل ملک ہے اور پھر اس کی ایٹمی قوت بھی اس کی اہمیت کو دوچند کرنے کے لیے کافی ہے۔ دراصل اسرائیل ہمسایہ اسلامی ممالک پر جارحانہ کارروائیوں میں پاکستان کو مہرے کے طور پر استعمال کرنا چاہتا ہے تاکہ باقی اسلامی ممالک کی بھی خاموش حمایت حاصل کر سکے ع

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

اسرائیل کو کیوں تسلیم نہیں کرنا چاہیے؟

اگر پاکستان اسرائیل کو تسلیم کر لیتا ہے تو اسے ان مسائل کا سامنا کرنا ہوگا:

۱- اسرائیل کے جارحانہ، غاصبانہ اور ظالمانہ قبضہ کو پوری اسلامی دنیا نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ پاکستان بحیثیت اسلامی ملک اسلامی برادری کو نظر انداز کر کے کس طرح اسرائیل سے تعلقات نبھا سکے گا۔

۲- اسرائیل کو اگر تسلیم کر لیا جائے تو پھر ہندستان سے کشمیر کے مسئلے پر اصولی موقف کو کیسے نبھایا جائے گا۔

۳- اسرائیل کو تسلیم کرنے کے بعد پاکستان کے اسلامی اور نظریاتی تشخص کی کیا حیثیت باقی رہ جائے گی۔

۴- اسرائیل کے جارحانہ عزائم جو پاکستان کی سلامتی کے لیے روز اوّل ہی سے خطرہ ہیں، ان سے کس طرح بچاؤ ممکن ہو سکے گا۔

۵- پاکستان بھارت کے جارحانہ عزائم کا سامنا اور ملکی سلامتی و تحفظ کو کس طرح یقینی بنا سکے گا۔

۶- پاکستان کے ایٹمی پروگرام کو بھارت اور اسرائیل سے درپیش خطرات کا مقابلہ کس طرح ممکن ہو سکے گا۔

۷- پاکستان کے اندرونی استحکام کو عصبیتوں اور قومیتوں کا شکار ہونے سے کس طرح بچایا جا سکے گا۔

یہ محض چند نکات نہیں بلکہ پاکستان کے استحکام اور سلامتی کے وہ عنوانات ہیں جن کو معاشی خوش حالی کے فریب میں بالکل نظر انداز کر دینا نہ صرف نقصان دہ بلکہ تباہی کا باعث ہوگا۔ کوئی بھی باشعور او رزندہ قوم یہ خطرہ مول نہیں لے سکتی کہ اپنی آزادی کی قیمت پر چند مالی فوائد حاصل کر لے۔ پاکستانی قوم کو اس سازش کو ناکام بنانے کے لیے ازسرنو اپنے کردار کا جائزہ لینا ہوگا۔

○ **پاکستان اسلامی دنیا کو نظر انداز نہیں کر سکتا:** آزادی کے وقت سے ہی پاکستان کی خارجہ پالیسی کی بنیاد اسلامی نظریہ رہی ہے اور اسی بنیاد پر پاکستان نے اسلامی دنیا

سے اپنے تعلقات قائم کیے ہیں۔ یقیناً پاکستان کا قیام عالم اسلام کے لیے بڑی خوشی اور مسرت کا پیغام لایا تھا۔ بحیثیت ایک نظریاتی ملک اس کو عالم اسلام کی قیادت کا فریضہ انجام دینا تھا۔ پاکستان نے اس کا حق خوب ادا کیا، بلکہ اگر دیکھا جائے تو ۱۹۱۷ء میں جب بالفور اعلان ہوا تو مسلم لیگ نے اس کی شدید مخالفت کی کہ مسلمانوں کے علاقے پر غیر مسلموں کا قبضہ نہیں ہونا چاہیے۔ عربوں سے پاکستان کے خصوصی تعلقات کا آغاز یہیں سے ہوتا ہے۔

وسط ایشیا کے ساتھ پاکستان کے تعلقات خصوصی اہمیت کے حامل رہے ہیں اور اس کی وجہ سیاسی اور معاشی سے زیادہ نظریاتی اور اسلامی رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان اسلامی دنیا کو متحد کرنے اور انھیں ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کے لیے او آئی سی کے قیام پر زور دیتا رہا ہے اور اس کے قیام کو یقینی بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ او آئی سی میں پاکستان کا فعال کردار اسلامی دنیا سے اس کے تعلقات کو مزید مضبوط کرنے کا باعث بنا۔ تمام مسلم ممالک پاکستان کے ساتھ والہانہ عقیدت اور محبت کے جذبات رکھتے ہیں اور مشکل وقت میں پاکستان کی طرف امید بھری نظروں سے دیکھتے ہیں جس کا پاکستان نے ہمیشہ گرم جوشی سے جواب دیا۔ اگر پاکستان اسلامی دنیا کے اسرائیل کے خلاف نفرت کے جذبات کو نظر انداز کر کے اسرائیل کے ساتھ تعلقات قائم کرتا ہے تو ظاہر ہے یہ محبت اور عقیدت کم ہوگی اور پاکستان اسلامی دنیا میں تنہا رہ جائے گا۔

○ کشمیر کا اصولی موقف: کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے۔ ۱۹۴۷ء کی تقسیم کا جو فارمولا طے ہوا تھا اس کی رو سے وہ تمام علاقے جہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی پاکستان میں شامل ہونا تھے، اور آزاد ریاستوں کے لوگ جس ملک کے حق میں ووٹ دیں گے اس ملک میں اس ریاست کو شامل ہونا تھا۔ لیکن بھارت نے دھوکے سے کشمیر پر غاصبانہ قبضہ کر لیا اور آج تک اس قبضے پر ہٹ دھرمی سے قائم ہے، حالانکہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کی رو سے بھی کشمیر کے لوگوں سے حق خود ارادیت لیا جانا طے ہے مگر ہنوز بھارت اس عمل سے محض اس لیے روگردانی کر رہا ہے کہ آزادانہ رائے شماری کے نتیجے میں کشمیر پر اس کے غاصبانہ قبضے کا ہر جواز ختم ہو جائے گا۔ اگر فلسطین پر اسرائیل کے ناجائز قبضے کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر کشمیر پر بھارت کے قبضے کو ہم کس طرح ناجائز کہہ سکیں گے۔

○ **ہمارا قومی و نظریاتی تشخص:** قائداعظمؒ کے فرمان کے مطابق پاکستان اکیسویں صدی میں اسلام کی تجربہ گاہ ثابت ہوگا تاکہ اسلام کا پیغام باوقار انداز میں دنیا کے سامنے پیش کیا جا سکے۔ مگر آج کا پاکستان اپنے نظریاتی تشخص کی بقا کی جنگ لڑ رہا ہے۔ جس کام کو کرنے کا عزم قائداعظمؒ نے کیا تھا ہم ہنوز اس کام کو کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ جس کی وجہ ہمارا مغربی اور ہندووانہ تہذیبوں سے مرعوبیت کا رویہ ہے۔ اس کا اثر ہماری نوجوان نسل بڑی تیزی سے قبول کر رہی ہے اور اپنے نظریے، تاریخ اور روایات سے بے گانہ ہو رہی ہے۔ اس بات کو سونیا گاندھی نے بڑے فخریہ انداز میں کہا تھا: دو قومی نظریہ کو ہم نے بحرِ ہند میں غرق کر دیا ہے، آج ہماری ثقافت پاکستان کی ثقافت کو ختم کر رہی ہے۔ اس تشویش ناک صورت حال میں اگر پاکستان اسرائیل کو تسلیم کرنے کی سیاسی غلطی کرتا ہے تو ثقافتی اور نظریاتی محاذ پر ہماری شکست یقینی ہے۔

○ **اسرائیل کے جارحانہ عزائم:** پاکستان ہر دور میں اسرائیل کا ہدف رہا ہے۔ اس کا ثبوت اسرائیلی وزیراعظم کے وہ الفاظ ہیں جو اس نے جیوش کرانیکل کے ۱۹؍ اگست ۱۹۶۷ء کے شمارے میں انٹرویو دیتے ہوئے کہے تھے:

> ہماری عالمی صہیونی تحریک کو فوری طور پر ان خطرات کا نوٹس لینا چاہیے جو ہمیں مملکت پاکستان کی طرف سے ہیں۔ اب عالمی صہیونی تحریک کا ہدفِ اول پاکستان ہونا چاہیے کیونکہ یہ نظریاتی ریاست اسرائیل کی سلامتی کے لیے بہت بڑا خطرہ ہے اور اس ملک کا ہر باشندہ عربوں سے لگاؤ رکھتا ہے، جب کہ یہودیوں سے نفرت کرتا ہے۔ عربوں کا شیدائی یہ ملک ہمارے لیے عربوں سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ چنانچہ صہیونیوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ پاکستان کے خلاف فوری اقدامات کریں۔

ایک دفعہ پھر یاد کر لیں کہ یہ بیان اسرائیل کے کسی جذباتی شہری کا نہیں...... اسرائیل کے بانی وزیراعظم کا ہے۔ اس کے بعد بن گورین بھارت اسرائیل گٹھ جوڑ کو سراہتے ہوئے کہتا ہے:

> چونکہ ہندستان میں بسنے والوں کی اکثریت ہندوؤں کی ہے، جن کے دلوں میں صدیوں سے مسلمانوں کے خلاف دشمنی اور نفرت بھری ہے اس لیے ہندستان ہمارے لیے اہم ترین اڈا ہے، جہاں سے ہم پاکستان کے خلاف ہر قسم کی کارروائیاں کر سکتے ہیں۔ یہ

بہت ضروری ہے کہ ہم اس نہایت کارآمد اڈے سے بھرپور فائدہ اٹھائیں اور انتہائی چالاک اور خفیہ کارروائیوں سے پاکستانیوں پر زبردست وار کر کے انھیں کچل کر رکھ دیں۔

ایک محبِّ وطن پاکستانی کے لیے یہ الفاظ کسی اعلان جنگ سے کم نہیں ہیں۔ اسرائیل کے ان بیانات کے بعد کیا اب بھی گنجایش موجود ہے کہ اس سے تعلقات استوار کیے جائیں۔

اوصاف لندن ۱۲ جولائی ۲۰۰۳ء میں اسرائیلی سرکاری نمایندے کا اعلان چھپتا ہے:

پاکستان اسرئیل کو تسلیم کرلے تب بھی اسرائیل پاکستان کے مقابلے میں بھارت کو زیادہ اہمیت دیتا ہے۔

عین اس وقت جب پاکستان میں اسرئیل کو تسلیم کرنے پر بات ہو رہی تھی اسرائیلی وزیراعظم شیمون پیریز کا بیان شائع ہوتا ہے:

اگر بھارت کی پاکستان سے جنگ ہوتی ہے تو بھارت جو بھی فیصلہ کرے گا اسرائیل اس فیصلے میں بھارت کا ساتھ دے گا۔ (دی نیشن' ۹ جنوری ۲۰۰۳ء)

○ **بھارت کے جارحانہ عزائم:** بھارت نے پاکستان کو آج تک دل سے قبول نہیں کیا اور وہ ہماری آزادی کے خلاف سازشیں کرتا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موقع ملتے ہی اس نے ۱۹۴۷ء میں ہی پاکستان کو کشمیر کے مسئلے میں الجھا دیا' جب کہ ابھی پاکستان نومولود تھا۔ ۶۵ء میں بھی بھارت نے رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھا کر پاکستان پر حملہ کر دیا اور ۷۱ء میں سازشوں کا جال بچھا کر پاکستان کے ایک بازو (مشرقی پاکستان) کو جسم سے جدا کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ دو سال پہلے یہی بھارت پاکستان کے بارڈر پر اپنی فوج لے آیا تھا۔ اگر اسے ایک فی صد بھی کامیابی کا یقین ہوتا تو وہ پاکستان پر حملہ کر چکا ہوتا۔ اگر بھارت کو آیندہ بھی موقع ملا تو وہ حملہ کرنے سے ہرگز گریز نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے:

اے پیغمبرؐ تم دیکھو گے کہ مومنوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہودی اور مشرک ہیں۔ (المائدہ ۵:۸۲)

○ **پاکستان کا ایٹمی پروگرام:** پاکستان کا ایٹمی پروگرام ہمیشہ سے پرامن مقاصد

کے لیے رہا ہے مگر اس پروگرام کو بھارت اور اسرائیل نے ''اسلامی بم'' کا نام دے کر اپنے لیے خطرہ سمجھا کیوں کہ اسرائیل کو یہ خوف تھا کہ کہیں یہ ٹکنالوجی عربوں میں نہ پھیل جائے۔ اگر ایسا ہوا تو یہ اسرائیل کے لیے بڑا خطرہ ہوگا۔

اس حوالے سے یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ اسرائیل نے بھارت سے مل کر کئی مرتبہ پاکستان کے کہوٹہ پلانٹ کو تباہ کرنے کا پروگرام بنایا۔ ۱۹۸۳ء میں ایریل شیرون (موجودہ وزیراعظم اسرائیل اور سابقہ وزیر دفاع) نے تجویز پیش کی کہ بھارت اور اسرائیل مل کر پاکستان کے ایٹمی پلانٹ کو تباہ کر دیں۔ مگر وہ یہ کام اس لیے نہ کر سکے کہ بھارت یہ کام اسرائیل سے تنہا کروانا چاہتا تھا۔

وکٹر اوسٹروسکی (Victor Ostrovsky) نے جو موساد کا آفیشل رہا ہے بتایا کہ جولائی ۱۹۹۴ء میں بھارت کے ایٹمی سائنس دانوں کی ایک ٹیم نے اسرائیل کا خفیہ دورہ کیا تا کہ پاکستان کے ایٹمی پلانٹ کو تباہ کرنے کی منصوبہ بندی کر سکیں کیوں کہ اسرائیل ۱۹۸۱ء میں عراقی ایٹمی ریکٹر پر کامیاب حملہ کر چکا تھا۔ پاکستان کا ایٹمی پروگرام جس طرح آج سازشوں کا شکار ہے اگر اس وقت اسرائیل کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر ہماری ایٹمی قوت کا کیا ہوگا۔

پاکستان کا اندرونی استحکام

پاکستان کی وحدت کا انحصار اسلامی نظریے پر ہے۔ تحریک آزادی پاکستان کا بنیادی نعرہ بھی یہی تھا: پاکستان کا مطلب کیا...... لا الہ الا اللہ ...... اگر اس نظریے کو پس پشت ڈال دیا جائے تو پاکستان میں مختلف زبان، رنگ اور نسل کے گروہوں کو کس طرح اکٹھے رکھا جا سکے گا۔ نتیجتاً اس خطے میں موجود مختلف قومیتیں اور گروہ سر اٹھائیں گے جس سے عصبیتی اور گروہی آزادی کی نام نہاد تحریکیں زور پکڑ جائیں گی۔ پھر ''سندھ سندھیوں کا...... پنجاب پنجابیوں کا ...... بلوچستان بلوچوں کا...... اور سرحد پختونوں کا'' جیسے بے بنیاد نعروں کو جواز مل جائے گا کیوں کہ وہ آج تک صرف اسلام کی وجہ سے پاکستان کے ساتھ ہیں۔ اگر اسرائیل کو تسلیم کیا گیا تو پاکستان خارجی خطرات کے ساتھ داخلی انتشار کا شکار بھی ہو جائے گا۔ یہ ملکی سلامتی کے لیے بہت بڑا خطرہ ہے، اس سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا۔

سب سے اہم بات یہ کہ کیا ہم ایسی قوم سے تعلقات قائم کرنے کے بعد اللہ کی ناراضی سے بچ سکیں گے جس پر اللہ نے نہ صرف یہ کہ لعنت کی ہے بلکہ دوستی کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے کچھ ہی عرصے کے بعد یہودیوں کی عہدشکنیوں کے بعد ان سے تمام معاہدے ختم کر کے انھیں جزیرہ عرب سے نکال دیا تھا۔

قرآن حکیم میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

اور تم سے یہودی اور عیسائی کبھی خوش نہیں ہوں گے یہاں تک کہ تم ان کے مذہب کی پیروی اختیار کرلو۔ ان سے کہہ دو کہ اللہ کی ہدایت (یعنی دین اسلام) ہی ہدایت ہے اور اگر تم اپنے پاس علم وحی آجانے کے بعد بھی یہود ونصاریٰ کی خواہشوں پر چلو گے تو تم کو اللہ سے بچانے والا کوئی دوست ہوگا نہ مددگار۔ (البقرہ ۲:۱۲۰)

اے ایمان والو یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا وہ بھی انھی میں سے ہوگا۔ بے شک اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ (المائدہ ۵:۵۱)

حقائق کی روشنی میں اور غیر جذباتی ہوکر کسی بھی رخ سے اس مسئلے پر غور کیا جائے تو یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اسرائیل کو تسلیم کرنا پاکستان اور عالم اسلام کے لیے ناقابل قبول ہے' بلکہ اس سے پاکستان خطرات کی ایک ایسی دلدل میں پھنس جائے گا جس سے نکلنا ممکن نہ ہوگا۔